اندلس میں فقہی مذاہب کا تعارف اور ارتقاء

——— جناب محمد احمد زبیری

مذہبِ اوزاعی

اندلس میں فقہی مذاہب کے تعارف اور فروغ کے ذیل میں سب سے پہلے مذہب اوزاعی سامنے آتا ہے۔ امام اوزاعی عبدالرحمٰن بن عمروؒ (م ۱۵۷ھ) تابعین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ نہایت دین دار، بلند اخلاق کے حامل اور فصیح اللسان تھے۔ تحصیلِ علم کے لیے انھوں نے کئی سفر کیے۔ یحیٰ بن کثیر سے حدیث کی سماعت کی اور ایک عرصے تک ان کے ہاں قیام پذیر رہے۔[۱] بصرہ میں حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ سے استفادہ کیا۔[۲] امام اوزاعیؒ کے مذہب کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے۔ وہ قیاس کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا مذہب شام، مراکش اور اندلس میں پھیلا، لیکن شام میں شافعی مذہب نے غلبہ حاصل کیا اور مراکش اور اندلس میں مالکی مذہب کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اندلس میں اوزاعی مذہب کے فروغ اور تعارف کی خدمت، کتب تاریخ اور دیگر علمی مصادر کے مطابق صعصعہ بن سلام (م ۱۹۲ھ) نے انجام دی۔[۳] صعصعہ بن سلام دمشق سے قرطبہ منتقل ہوئے اور منصب قضاء اور افتاء پر فائز کیے گئے۔ اندلس میں تقریباً چالیس سال تک اوزاعی مذہب غالب رہا، اس کے بعد تیسرے اموی خلیفہ حکم بن ہشام کے زمانے میں امام مالک (م ۱۷۹ھ) کے مذہب نے غلبہ حاصل کیا۔

مذہبِ مالکی

اندلس میں مالکی زہب کے تعارف اور فروغ کے ذیل میں ابن القوطیہ[۴] لکھتے ہیں:

ان الذی أدخل مذهب الامام مالک وکان عنصراً فعالاً فی تحویل أهل الاندلس الی هذ المذهب هو عبد الملک بن حبیب السلمیٰ .۵	جس شخص نے سب سے پہلے اندلس میں مالکی مذہب کو داخل کیا اور اہلِ اندلس کو مالکی مذہب قبول کرنے میں فعال عنصر کا کردار ادا کیا وہ عبدالملک بن حبیب السلمی ہیں۔

شکیب ارسلان کی رائے ہے کہ اندلس میں مالکی مذہب کو متعارف کرانے والے زیاد بن عبدالرحمٰن اللخمی ہیں جو شبطون کے لقب سے مشہور ہیں۔شکیب ارسلان کے مطابق زیاد بن عبدالرحمٰن نے سب سے پہلے اندلس کو مؤطا سے متعارف کرایا۔۶

مالکی مذہب نے اندلس میں بہت مقبولیت حاصل کی۔مالکی فقہاء اندلس کی سیاسی تاریخ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔انھوں نے بڑے اہم مناصب حاصل کیے اور ان کا حکومت کے اندر اثر ورسوخ بہت بڑھ گیا تھا۔ ہشام بن عبدالرحمٰن کے زمانے میں امور سلطنت کے اندر مالکی فقہاء کی مداخلت عروج پر پہنچ گئی تھی۔۷

ہشام نے یحییٰ بن یحییٰ کو قضاء کا منصب پیش کیا۔انھوں نے قاضی بننے سے انکار کردیا،لیکن اندلس میں تمام قاضی ان کے مشورے اور منظوری کے بعد متعین کیے جاتے تھے اور وہ صرف مالکی فقہاء کو قضاء کے منصب کے لیے منتخب کرتے تھے۔

مقری (م۱۰۴۱ھ) ابن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مذهبان انتشرا فی بدء امر هما بالریاسة والسلطان: مذهب أبی حنیفة فانه ولی القضاء أبو یوسف وکانت القضاة من قبله من اقصی المشرق إلیٰ اقصی عمل افریقیة، فکان لایولی إلا اصحابه والمنتسبین إلی مذهبه، ومذهب مالک عندنا بالاندلس، فان	دو مذاہب اپنے آغاز میں ریاست اور حکومت کی وجہ سے پھیلے، ایک امام ابوحنیفہ کا مذہب جو ابو یوسف کے قاضی القضاۃ بننے کی وجہ سے پھیلا،مشرق سے لے کر افریقہ کے دور دراز علاقوں تک تمام قاضی ان کی طرف سے مقرر کیے جاتے تھے اور وہ صرف اپنے ساتھیوں یا حنفی مسلک کی طرف منسوب فقہاء کو

یحییٰ بن یحییٰ کان مکینا عند السلطان، مقبول القول فی القضاء، و کان لا یولی قاضیا فی أقطار الاندلس إلا بمشورته واختیاره و کان لا یولی الا المالکیین.

قاضی مقرر کرتے تھے۔ دوسرا مذہب، امام مالک کا ہے جو ہمارے ہاں متداول ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ کی سلطان (بادشاہ) کے ہاں بہت قدر و منزلت تھی اور قضاء کے بارے میں ان کی رائے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اندلس کے تمام علاقوں میں ان کے مشورے اور انتخاب کے بغیر کسی کو قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ یحییٰ بن یحییٰ مالکی فقہاء کے علاوہ کسی کو قاضی مقرر نہیں کرتے تھے۔

اندلس میں بلا شرکت غیرے مالکی مذہب غالب رہا۔ جس کی وجہ سے ملک کے اندر فرقہ واریت اور مسلکی اختلافات کو فروغ پانے کا موقع نہیں ملا۔ اس پہلو سے اندلس کی تاریخ میں مذہبی منافرت، مناظرے اور باہمی جنگ و جدال کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

اندلس میں مالکی مذہب کے فروغ کے کئی اسباب ہیں:

پہلا سبب سیاسی ہے۔ ہشام بن عبدالرحمٰن علماء کا قدر دان تھا۔ وہ علمی مجالس میں شریک ہوتا اور علماء سے استفادہ کرتا۔ ہشام بن عبدالرحمٰن، امام مالکؒ کا ہم عصر تھا۔ امام مالک کی سیرت و کردار اور علمی مقام و مرتبے سے وہ بہت متاثر تھا۔ اس کے علاوہ اندلس کے علماء نے جب ہشام بن عبدالرحمٰن کو امام مالک کی قدر و منزلت اور علمی رتبے سے واقفیت بہم پہنچائی تو وہ اور بھی متاثر ہوا۔ ان علماء میں زیاد بن عبدالرحمٰن اللخمی (م ۱۹۹ھ) عیسی بن دینار اور یحییٰ بن دینار اور یحییٰ بن یحییٰ اللیثی (م ۲۳۸ھ) قابل ذکر ہیں۔

اس کے علاوہ بنو عباس سے نفرت اور خصوصاً مدینہ کے علویوں سے ابو جعفر منصور کے سلوک کو دیکھ کر ہشام بن عبدالرحمٰن حنفی مذہب کی بجائے مالکی مذہب کو پسند کرنے لگا۔ بنو عباس سے نفرت ایک قدر مشترک ثابت ہوئی۔ مالکی مذہب کے فروغ میں یحییٰ بن یحییٰ اللیثی کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ کے علمی مقام، ان کی دین داری اور دنیا سے بے رغبتی کے باعث خلفاء اور امراء کی نظروں میں ان کی بڑی عظمت تھی اور ان کا

بڑا احترام کیا جاتا تھا۔

یہ فطری بات ہے کہ جب اندلس میں تمام قاضی مالکی مذہب کے متعین کیے جانے لگے تو طلبہ اور علماء کے اندر مالکی مذہب سے واقفیت کا جذبہ اور شوق پیدا ہوا۔ قاضی اور دیگر مناصب کے حصول کے لیے چوں کہ مالکی ہونا شرط قرار پایا اس لیے اندلس کے اندر مسالک اور مذاہب کا وہ تنوع نظر نہیں آتا جو بلادِ مشرق کا خاصہ ہے۔

مالکی مذہب کی مقبولیت کے کچھ دیگر اسباب بھی ہیں جن کی طرف ابن خلدون (م۱۴۵۶ھ) نے اپنی تاریخ میں اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ان البداوة كانت غالبة على اهل المغرب والاندلس ولم يكونوا يعانون الحضارة التى كانت لاهل العراق فكانوا الى اهل الحجاز اميل لمناسبة البداوة .	اہل مغرب اور اہل اندلس پر بدویت غالب تھی۔ وہ اہلِ عراق کی طرح تہذیب وتمدن سے آشنا نہیں تھے۔ اس لیے اہلِ حجاز سے زیادہ فطری لگاؤ رکھتے تھے۔

اندلس میں فقہ مالکی کے فروغ کا ایک اہم سبب حج ہے۔ اندلس کے علماء فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے جاتے اور اہلِ حجاز سے پوچھتے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انھیں جواب ملتا کہ امام مالکؒ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ اس لیے اہلِ اندلس امام مالک سے استفادہ کرتے اور وطن واپسی کے بعد ان کے علوم ومعارف اور فقہی اصولوں کی تعلیم و تدریس کرنے لگتے۔ بہت کم علماء دیگر مراکز علمیہ کی طرف رجوع کرتے۔ اس لیے اندلس میں سب سے زیادہ فقہ مالکی کو فروغ حاصل ہوا۔

مذہبِ ظاہری

فقہ مالکی کے بعد ظاہری مذہب کا تذکرہ ضروری ہے۔ یہ مذہب داؤد بن علی بن خلف اصفہانی کی طرف منسوب ہے جو ظاہری لقب سے مشہور ہوئے۔ داؤد بن علی ۲۷۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوائے اور بغداد میں پلے بڑھے۔ ابتدا میں شافعی تھے۔ انھوں نے امام

شافعی (م۲۰۴ھ) کے فضائل ومناقب پر ایک کتاب بھی لکھی۔ انھوں نے سب سے پہلے شریعت میں ظاہری مفہوم کی اہمیت پر زور دیا۔ قیاس کی شدت کے ساتھ مخالفت کی۔ ان کی رائے میں نصوص کے ظاہر سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ کسی تاویل یا علت اور حکمت کی بنیاد پر ظاہری مفہوم کو چھوڑ کر اور کوئی مفہوم لینا یا نصوص کی کوئی اور تفسیر وتشریح کرنا وہ درست نہیں سمجھتے تھے۔

مشرق میں ان کی تصنیفات اور ان کے شاگردوں کی وجہ سے ان کا مذہب پھیلا۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ان کا مذہب حنفی، مالکی، اور شافعی مذاہب کے بعد چوتھا بڑا مذہب بن گیا۔[8] اندلس میں ظاہری مذہب کی اشاعت کے حوالے سے حمیدی (م۴۸۸ھ) لکھتے ہیں:

إن أول من أدخل هذاالمذهب الیٰ الأندلس عبد الله بن محمد بن قاسم بن هلال (م۲۹۲ھ) وكان مالكيا ثم تتلمذ علی يد داؤد الظاهری ونسخ كتبه وأقبل بها علی أهل الأندلس واجتهد في نشرها.

اندلس میں سب سے پہلے عبداللہ بن محمد بن قاسم بن ہلال (۲۹۲ھ) نے اس مذہب کو متعارف کروایا۔ یہ پہلے مالکی تھے بعد ازاں داؤد ظاہری سے استفادہ کیا۔ انھوں نے داؤد ظاہری کی کتابوں کو نقل کیا اور اپنے ساتھ اندلس لے کر آئے اور اس مذہب کی اشاعت کی بھر پور کوشش کی۔

اہلِ اندلس میں ظاہری مذہب کے فروغ میں منذر بن سعید البلوطی (م۳۵۵ھ) کا نام بھی آتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے اہم کردار ابن حزمؒ (م۴۵۶ھ) نے ادا کیا۔

امام ابن حزمؒ

ابن حزمؒ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے پائے کا کوئی عالم اندلس میں نہیں تھا۔ ان کی معلومات بے انتہا، شخصیت انتہائی جاذب اور پرکشش اور زبان فصیح تھی اور ذہانت اور

معاملہ فہمی میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں تھا۔ ان کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں:

"وكان إليه المنتهى فى الذكاء وحدة الذهن وسعة العلم بالكتاب والسنة والمذاهب والملل والنحل والعربية والآداب، والمنطق، والشعر، مع الصدق والديانة والحشمة، والسؤدد والرياسة والثروة".۹

ذہانت وفطانت ان پر ختم تھی۔ کتاب وسنت کا وسیع علم رکھتے تھے، مذاہب اور ملل ونحل کی معرفت، عربی زبان وادب، منطق اور شاعری میں ماہر تھے۔ صداقت ودیانت شان وشوکت، قیادت اور سرداری اور تونگری جیسی خوبیوں سے مالا مال تھے۔

ابن حزمؒ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی خوبیاں دی تھیں کہ بہت کم لوگوں کو وہ حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنی رائے کے اظہار اور حق کے بیان کرنے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ دین کے بارے میں جو کچھ وہ حق اور صحیح سمجھتے تھے اس کا اظہار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ یا تردد محسوس نہیں کرتے تھے۔ انھیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ ان کی رائے امام مالک (م۱۷۹ھ)، امام ابوحنیفہ (م۱۵۰ھ) یا امام شافعی (م۲۰۴ھ) کی آراء کے مطابق ہے یا مخالف ہے؟ نہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ اپنی رائے کے ظاہر کرنے سے میں ان ائمہ کے پیروکاروں کی ناراضی مول لے رہا ہوں۔ اس لیے انھیں ساری زندگی ابتلاء وآزمائش کا سامنا کرنا پڑا اپنے مخالفین کے رویے اور اپنے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

قالوا تحفظ فإن الناس قد كثرت
أقوالهم وأقاويل العدامحن
فقلت : هل عيبهم لى غيرإنى لا
أقول بالرأى إذفى رأيهم فتن
وأننى مولع بالنص لست إلى
سواه أنحو ولا فى نصره أهن

لا أثنـــي نـحـو آراء يـقـال بهـا

فـي الـدين بل حسبي القرآن والسنن

يـابـردا ذا القول في قلبي وفي كبدي

ويـا سـروري بـه لـو إنهـم فـطـنـوا

(وہ مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ احتیاط سے کام لو، کیوں کہ لوگوں کے اقوال اور مسالک کی کثرت ہوگئی ہے اور دشمنوں کے اقوال ابتلاء اور آزمائش کا سبب بنتے ہیں۔

میں انھیں جواب دیتا ہوں: کیا میرا عیب صرف یہ ہے کہ میں اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کرتا، جب کہ ان کی آراء فتنوں سے بھرپور ہیں۔ میں تو نص (قرآن وسنت) پر فریفتہ ہوں نہ اس سے صرف نظر کرتا ہوں اور نہ نص کی تائید میں کوتاہی کرتا ہوں۔

نہ دین کے بارے میں دیگر آراء کی طرف التفات کرتا ہوں بلکہ میرے لیے قرآن اور سنت ہی کافی ہیں۔

میرے دل اور جگر میں کس قدر طمانیت کی ٹھنڈک ہے! اور میں کس قدر مسرور اور شادمان ہوں! کاش وہ اس کا اندازہ کرسکتے۔

ابن حیان (م۴۵٦ھ)، ابن حزم کے بارے میں لکھتے ہیں:

إنه يصك معارضه صك الجدل فكان لايأبه من يعارضه، عظيما أو غير عظيم، مبجلا أو غير مبجل كالأشعري، وأبي حنيفة، ومالك، وغيرهم، ومن الاقوال الشائعة أن قلم ابن حزم كسيف الحجاج كلاهما ماض حاد، وقد اعتذر في بعض كتبه عن حدته بأنها كانت ترجع الى مرض كان يلازمه،

وہ ٹھوس چٹان کی طرح اپنے مدمقابل کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اپنے مدمقابل کی حیثیت اور رتبے کی پروانہیں کرتے چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، لوگوں کی نظروں میں قابل تعظیم ہو یا نہ ہو جیسے امام اشعری، امام ابوحنیفہ، امام مالک وغیرہ۔ مشہور ہے کہ ان کا قلم حجاج کی تلوار کی طرح ہے۔ دونوں تیز دھار اور کاری وار کرنے والے ہیں۔ اپنی بعض کتابوں میں

ولذلک کان محسدا من فقهاء عصره من سنيين ، وشيعة ومعتزلة، يدسون له الدسائس عند الملوک حتی يبعد من القصور وربما کان هذا نعمة، لأنه أتاح له أن يتحفنا بتآليفه العظيمة القيمة.

انھوں نے اپنے قلم کی تیزی اور کاٹ پر معذرت بھی کی ہے۔ اور اس کا سبب ایک مستقل بیماری بتایا ہے۔ اس لیے اہلِ سنت، شیعہ، معتزلہ اور دیگر مسالک سے تعلق رکھنے والے فقہاء ہمیشہ ان کو زک پہنچانے پر آمادہ رہتے تھے۔ اور ان کے خلاف بادشاہوں کے کان بھرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات انھیں محلات سے دور ہونا پڑتا لیکن یہ آزمائش بھی ان کے حق میں نعمت ثابت ہوئی کیوں کہ جس کثرت کے ساتھ ان کی قیمتی تالیفات ہمارے پاس موجود ہیں، یہ اسی ابتلاء اور آزمائش کا نتیجہ ہیں۔

ابن حزمؒ کے فقہی اصول

ابن حزمؒ کے مذہب کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے۔ وہ قرآن وسنت کے بعد شرعی احکام کے استنباط کے لیے عقل کو حجت نہیں سمجھتے۔ وہ اجتہاد، قیاس اور دیگر مصادر کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک شرعی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

کتاب اللہ جو کہ شریعت اسلامیہ کی اصل اول ہے جو بذات خود واضح اور بین ہے۔ اس کے بعد سارے احکام کو سمجھنے کے لیے کسی شارح اور ترجمان کی ضرورت نہیں، جیسے عقائد، نکاح اور میراث وغیرہ کے مسائل۔ قرآن مجید کے بعض احکام ایسے ہیں جو مجمل ہیں، جن کی تفصیل سنت سے معلوم ہوتی ہے۔ سنت رسول اللہ دوسرا مصدر ہے۔ ابن حزمؒ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی قرار دیتے ہیں اگر چہ نظم وتالیف تلاوت اور اعجاز میں وہ قرآن کریم کے مساوی نہیں۔ لیکن سنت کے ذریعے بہت سارے احکام کا علم حاصل ہوتا ہے جو کہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

سنت کی دو بڑی قسمیں ہیں: متواتر اور آحاد

سنت متواترہ کے حجت ہونے میں امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

جب کہ آحاد کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

آحاد وہ روایات ہیں جن کو ایک یا ایک سے زیادہ راوی روایت کریں لیکن، اس کے اندر متواتر کی تمام شرائط نہ پائی جائیں۔ ابن حزمؒ عقائد کے باب میں بھی اخبار آحاد پر عمل کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کی وجہ سے وہ دیگر علماء سے منفرد نظر آتے ہیں۔

ابن حزمؒ سے پہلے ظاہری مذہب، اس کے بانی داؤد ظاہری کے زمانے میں متداول ہو چکا تھا، لیکن ابن حزم نے اسے بہت زیادہ پھیلایا۔ ابو زہرہ اس مذہب کی اشاعت کے دو اسباب بیان کرتے ہیں:

ا۔ ابن حزم کی تالیفات نے اس مذہب کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے اس مذہب کے اصول اور قواعد کو مرتب کیا اور دیگر مذاہب کے ساتھ تقابل کرکے اپنے موقف کو مدلل انداز میں پیش کیا۔ اس سلسلے میں ان کی ''المُحلّٰی'' اور ''الإحكام لأصول الأحكام'' قابل ذکر ہیں۔

۲۔ ابن حزم نے محض تصنیف و تالیف سے کام نہیں لیا، بلکہ اپنے مذہب کی اشاعت کے سلسلے میں بھرپور جدوجہد کی۔ نوجوان طبقے نے خصوصاً اس مذہب کے اندر بڑی کشش محسوس کی اور انھوں نے اس کی اشاعت کے لیے بھرپور کوشش کی۔

دیگر فقہی مذاہب

ان دو بڑے مذاہب کے علاوہ اندلس میں دیگر مذاہب کے پیروکار بھی پائے جاتے تھے، لیکن وہ انتہائی قلیل تعداد میں تھے۔

اندلس میں قاسم بن سیار[۱۰] نے شافعی مذہب کو متعارف کروایا۔ قاسم بن سیار قرطبہ کے رہنے والے تھے۔ تیسری صدی ہجری کے وسط میں انھوں نے بلاد مشرق کی طرف سفر کیا اور شافعی مذہب کے بڑے بڑے شیوخ سے استفادہ کیا۔ اندلس واپس آکر فقہاء کی مقلدانہ روش پر گرفت کی۔ انھوں نے درس و تدریس کے ذریعے شافعی مذہب کو پھیلانا شروع کیا۔ انھوں نے مالکی فقہاء کے برعکس فقہی اصولوں کا مطالعہ کیا اور قرآن و

سنت، اجماع اور قیاس سے مسائل کے لیے دلائل تلاش کیے۔

شافعی مذہب کے بڑے بڑے شیوخ میں بقی بن مخلد (م۲۷۶ھ) ہارون بن نصراا (جو کہ ابوالخیار کی کنیت سے معروف ہیں) اور یحییٰ بن عبدالفرید (جو کہ ابن الخزار کی کنیت سے معروف ہیں) شامل ہیں۔

اندلس میں ترویجِ فقہ کے مراحل

اندلس میں فقہ کی ترویج اور اشاعت کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلا مرحلہ یا پہلا دور تقلیدِ محض کا ہے جس میں اندلس کے علماء نے فقہ مالکی کو اپنے پیشِ نظر رکھا اور اپنی تحقیق اور مجتہدانہ صلاحیتوں کو فقہ مالکی کے اصولوں کے ماتحت رکھا۔ فروعی مسائل کے اندر غور وخوض کرتے رہے لیکن اصول وضوابط میں امام مالکؒ کے مذہب سے روگردانی نہیں کی۔ امام مالک کی فقہ کی اشاعت کے لیے اندلس کے بڑے بڑے علماء اور فقہاء نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ ان کی دین داری، علمی لیاقت اور امراء کی سرپرستی نے فقہ مالکی کی اشاعت کے اسباب مہیا کر دیے۔

اس مرحلے میں مؤطا کی تعلیقات، شروح اور حواشی کثرت سے لکھے گئے۔ عالم اسلام میں سب سے زیادہ مؤطا پر تحقیقی کام علماء اندلس نے کیا۔ فقہی تالیفات میں عبدالملک بن حبیب کی ''الواضحۃ'' اور ابوالولید الباجی کی 'المنتقیٰ' قابل ذکر ہیں۔

فقہ کے ارتقاء کا دوسرا دور تقابلی مطالعہ ہے۔ اس دور میں تقلید کی روش کو چھوڑ کر دیگر مسالک اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا گیا۔ ان کے اصول وضوابط کو پرکھا گیا اور ان کے دلائل پر بحث کی گئی۔ اس مرحلے میں قاضی ابوالولید بن رشد کا فقہی کام قابل ذکر ہے جو انھوں نے گراں قدر تالیف "بدایة المجتهد و نهایة المقتصد" کی صورت میں انجام دیا۔

اس کے علاوہ اسی اسلوب پر ابن حزم نے اپنی کتاب ''المحلی'' تالیف کی۔ جس میں دیگر مذاہب کے اقوال اور دلائل پر بحث کی اور اپنا موقف بیان کیا اور دلائل کی تحلیل اور تجزیے کے بعد قوی اور راجح مسلک بیان کیا۔

حواشی و مراجع:

۱۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۳/ ۱۲۷، دار صادر، بیروت، ۱۳۹۷ھ
۲۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۰/ ۱۳۳
۳۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۸، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد
۴۔ ابن القوطیہ کی نسبت سارۃ بنت المنذر کی طرف ہے یہ خاتون قوطی (Gothic) تھی اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ ابن القوطیہ نحو، لغت اور حدیث کے ماہر تھے۔ ان کی مشہور کتاب "تاریخ فتح الاندلس" ہے۔ اس کے علاوہ "تصاریف الافعال" مشہور کتاب ہے۔ ۳۶۷ھ میں وفات پائی۔
۵۔ ابن القوطیہ، تاریخ فتح الاندلس، ص ۲۳، المطبعۃ المحمودیۃ، القاہرۃ
۶۔ شکیب ارسلان، الحلل السندسیۃ ۱/ ۲۵۵، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۷ھ
۷۔ ابن الفرضی، تاریخ علماء اندلس، ۲/ ۱۴۴، مطابع سجل العرب، القاہرہ، ۱۹۶۶ء
۸۔ احمد امین، ظہر الاسلام ۳/ ۵۶، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، قاہرۃ، ۱۹۹۲ء
۹۔ ایضاً ۳/ ۵۸-۵۹
۱۰۔ قاسم بن محمد سیار کی کنیت ابو محمد تھی، یہ ولید بن عبدالملک کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) تھے۔ صاحب الوثائق کے لقب سے مشہور ہیں انھوں نے یحییٰ بن ابراہیم بن مزین اور عبد اللہ بن خالد کے نظریات کی تردید میں ایک کتاب لکھی۔ جس سے ان کی علمی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۲۷۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے حالات زندگی کے لیے دیکھیے۔ تاریخ العلماء ۱/ ۸-۳۵۶
۱۱۔ ہارون بن نصر، قرطبہ کے رہنے والے تھے۔ بقی بن مخلد کے ساتھ چودہ سال رہے اور ان سے کثرت سے روایت کی۔ ابن الفرضی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: لیس یدری احد من هذاالبلد مایقول هذایعنی : الفقه (اس شہر میں ان سے بڑا فقیہ اور کوئی نہیں)۔ تاریخ العلماء ۲/ ۱۶۷-۱۶۶

☆